نظرات

اس امر سے سب ہی واقف ہیں کہ ملک میں مسلمانوں کی حیثیت ایک مذہبی اقلیت کی ہے۔ مسلمان صرف عددی اعتبار سے ہی اقلیت میں نہیں ہیں بلکہ ملک کے موجودہ اقتدار کے ڈھانچے کے اندر ایک علیٰحدہ گروہ کی حیثیت سے بھی اپنے کمتر رتبے اور غیر اہم مقام کی بنا پر نظام اقتدار میں مسلمانوں کی علیٰحدہ حیثیت داخلی وخارجی دونوں اعتبار سے ہے۔ یعنی مسلمان اپنے کو وجود، تشخص اور ملت کے اعتبار سے خودکو الگ تصور کرتے ہیں اور دوسرے بھی ان کو علیٰحدہ ہی گردانتے ہیں۔

اگرچہ دستورِ ہند اور قانون وضابطے کے اعتبار سے اقلیتوں اور مسلمانوں کے لئے مساوات کا دعویٰ ہے اور انہیں بھی بلا امتیاز دستوری اور قانونی حقوق حاصل ہیں لیکن اقتدار کے تانے بانے میں ان کی غیر موثر شرکت کی بنا پر حقیقی طرزِ عمل کچھ ایسا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ تفریقی اور امتیازی برتاؤ کارفرما ہے ملک کے اندر عام اندازِ فکر اور طرزِ عمل کے مفہوم میں مسلمان خودکو اقلیت تصور کرتے ہیں، جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ہندوستانی معاشرہ کے اندر اکثریت اور اقلیت یا غالب اور مغلوب کے رشتے کی یہ حقیقت بعض تاریخی عوامل کے

ے سبب ابھی حال ہی میں کھل کر سامنے آئی ہے۔ اور ہماری سماجی زندگی
میں اس کے اثرات برملے تشدد سے کارفرما ہو گئے ہیں۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ملک کے کثیر معاشرے کے اندر نوآبادی حکومت
کے امتیازی رویہ اور جانب دارانہ برتاؤ کے حقیقی اثرات کے ظہور میں آنے
سے ملک کے سماجی اور سیاسی ماحول میں غالب اور مغلوب پر مبنی تعلقات کا کہیں
وجود نہیں تھا۔ انگریز سامراج نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی دوغلی پالیسی کے
تحت جو امتیازی سلوک کا طرز عمل اختیار کیا۔ اس کے سبب فرقہ وارانہ حد بندیاں
واضح ہونے لگیں اور اس نے عملی طور پر تشدد، فرقہ واریت، تنگ نظری،
اور تعصب کو جنم دیا۔
سامراجی حکومت کے خاتمہ کے بعد ملک میں جو سیاسی تبدیلیاں عمل میں
آئیں ان میں بھی ہمارے دستور سازوں کی نیک نیتی اور پُرخلوص منشاء کے
باوجود اس تفریق اور امتیاز کو ختم نہیں کیا جا سکا۔ اور وہ طرز عمل جو آزادی سے
پیشتر بھی قانونی عمل داری میں جاری تھا۔ غیر ملکی حکمرانوں کے انخلاء کے بعد
بھی جاری رہا۔ یہ سچ ہے کہ سامراجی طاقت کے چلے جانے اور ملک کے آزاد
ہونے کے بعد حالات نے ان دونوں فرقوں کو ایک دوسرے کو قریب کر دیا۔
لیکن یہ قربت ان کے درمیان مفاہمت اور محبت پیدا کرنے سے کوسوں دور
رہی، بلکہ شکوک و شبہات بڑھے، بداعتمادی کو بڑھاوا ملا، اور نتیجہ کبھی کبھی
تصادم کی بھی نوبت آئی، آپسی تعاون اور ایک دوسرے پر انحصار کی پرانی
روایات کے باوجود ان دونوں فرقوں کے تعلقات غیر مساوی گروہوں کے
درمیان مقابلہ اور محاذ آرائی کے طرز عمل پر مبنی ہو گئے۔ اقتدار کے ڈھانچے

اور ان کی سرگرمیوں سے یا تو اقلیت علیحدہ ہونے لگی یا پھر اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے استحصال کا شکار ہوئی۔

اس حقیقت کا سامنا کرنا ضروری ہے کہ ملک کی کثیر آبادی کو فرقوں اور مذاہب کی بنا، پر اکثریت اور اقلیت کے خانوں میں بانٹنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس طرز فکر سے بڑے اور چھوٹے کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اقلیتوں میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے جس سے ملک کے آئین کے اصول مساوات کی نفی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہے کہ ہم سب ایک ہی ملک کے شہری ہیں، ہمارا رشتہ مشترکہ شہریت اور انسانیت کا ہے۔ انسانیت کے تمام مسائل مشترکہ ہیں، غربت، افلاس، ناخواندگی اور پسماندگی اقلیتوں کے حلقوں میں بھی ہے اور اکثریتی طبقہ میں بھی۔ انگریز سامراج نے یہاں صدیوں سے بستے آرہے مختلف فرقوں اور طبقوں میں مذہب کے نام پر نفرت اور علیحدگی پیدا کرنے کی منافقانہ سازش کی۔ اور ہم آج تک اس کے پڑھاتے ہوئے غلط سبق کو رٹے جارہے ہیں حالانکہ ع

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

ہر مذہب کی بنیادی تعلیمات میں انسانیت، اتحاد اور یکجہتی کے اسباق پنہاں ہیں اور یہ اسباق محض اپنے مذہب کے لوگوں تک محدود نہیں بلکہ پورے سماج، انسانیت اور کائنات کے لیے ہیں۔ قومی سماج کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رواداری اور وسعت سے کام لیں۔ اور اپنے تمام ہم وطنوں کے ساتھ [illegible] خیرسگالی کو بڑھاوا دیں اور اپنے بنیادی اور جمہوری حقوق کے حصول کے جائز مطالبات میں معقولیت اور آئینی ضرورتوں سے کام لیں۔

تشدد اور انتہا پسندی مسائل کا حل نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں اور یہ واقعہ

ہے کہ ملکی سطح پر اقلیتوں خاص طور پر مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ موجودہ وقت میں شرح خواندگی کی کمی کا ہے۔ اس کی وجہ سے آج ہم جہالت، تنگ نظری، مسائل اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، اسی ابتلاء کے سبب نئی نسل اس مطابقت اور مقابلہ سے گریز کر رہی ہے جو موجودہ سماج میں ترقی کے لئے ضروری ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ آج تقریباً ۸۰ فیصد مسلم بچے اپنی تعلیم کو اسکول میں ہی ادھورا چھوڑ دیتے ہیں اور اکثر و بیشتر غلط اور غیر معیاری راہوں پر چل پڑتے ہیں۔ اس غیر صحت مند رجحان کے فوری روک تھام کے لئے موثر اقدامات اٹھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مسلم والدین کی بھی ذمہ داریاں ہیں لڑکیوں کی خاص تعلیم کی طرف بھی ترجیحی زور دیا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ ایک لڑکی کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا پورے خاندان اور معاشرہ میں روشنی اور ترقی کے فروغ کے مترادف ہے۔

مسلم قیادت کا فرض ہے کہ وہ موجودہ مسلم سماج میں تعلیم کے فروغ عام لوگوں میں اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت ذہن نشین کرانے کے لئے اپنی ذمہ داریاں محسوس کرکے سنبھالے۔

یہ امر قابل تشویش بھی ہے اور لائق افسوس بھی کہ موجودہ مسلم قیادت اپنی قوم کی تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی دور کرنے کے لئے کوئی مثبت اور منظم جدوجہد کرنے سے گریز کر رہی ہے۔ صرف وقتی سیاست کے فریب میں مبتلا ہو کر سستی شہرت، اور نعرہ بازی سے کام لیا جا رہا ہے۔ جب تک ذاتی و وقتی مفاد کو ملی اور دائمی مفاد پر ترجیح دینے کا جذبہ نہ پیدا ہو عمومی طور پر اصلاح احوال کی کوئی واضح صورت نظر نہیں آتی۔

یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ آج کا مسلم نوجوان بیدار ہو چکا ہے۔ قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں وہ اپنی صلاحیتوں کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ وہ جمہوری اور سیکولر ہندوستان میں اپنے مستقبل کے روشن امکانات دیکھ رہا ہے اور ان امکانات سے بھرپور اور خاطر خواہ استفادہ کے لئے تعلیم کا راستہ اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے، جس کے لئے اربابِ اقتدار کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئے اور مسلم قیادت کو بھی ۔

قرآن کا معیار حلت و حرمت اور تمباکو ①

از ابن احمد

خدا کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل و شعور عطا فرما کر اسے حیوانوں سے ممتاز کیا اور اس کی رہنمائی کے لئے علم کا بے پایاں خزانہ، قرآن اتارا اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ علم ہر انسان کے لئے قابلِ عمل اور قابلِ فہم ہے ایک انسان کو اس کا عملی نمونہ بنا کر اپنا رسول بنایا اور اس طرح بنی نوع انسان کو ابد الآباد تک کے لئے ایک ایسا ضابطۂ حیات عطا کر دیا جو ہر ملک و قوم اور رنگ و نسل کے لئے زندگی کے فکری، مادی اور روحانی پہلوؤں میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اگر انسان عقلِ سلیم سے کام لے کر خود دیکھے بھالے سمجھ کر پڑھے اور اس کی ہدایت پر عمل کرے۔ قرآن میں اتارے ہوئے اللہ کے دینِ حق کو ترمیم و اضافہ کے ہر نقص سے پاک دیگر کسی علم یا انسان کی رہنمائی سے بے نیاز اور آخری اور کامل نعمت سمجھے۔

دورِ حاضر میں، جسے اگر علم و عقل کی معراج کا دور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، انسان عقلِ سلیم سے محروم ہو کر اپنے آباؤ اجداد کی کورانہ اور اندھی تقلید کی بنا پر جاہلیت کے جس گڑھے میں پڑا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا سے انسانیت